REGD. No. L. 5254

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فون نمبر ۴۹ - تار کا پتہ : ڈیلی الفضل ربوہ

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل ربوہ

روزنامہ

یوم سہ شنبہ

فی پرچہ دس پیسے

۲۵ شعبان ۱۳۸۲ھ

شرح چندہ

سالانہ ۲۴ روپے

ششماہی ۱۳ "

سہ ماہی ۷ "

خطبہ نمبر ۵ "

بیرون پاکستان

سالانہ ۴۵ "

جلد ۵۲/۱۷ | ۲۲ صلح ۱۳۴۲ ہش | ۲۲ جنوری ۱۹۶۳ء | نمبر ۱۹

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

ربوہ ۲۱ جنوری بوقت ۹ بجے صبح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ رات نیند آ گئی۔ اِس وقت طبیعت اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولیٰ کریم اپنے فضل سے حضور کو صحتِ کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

اٰمین اللّٰھُمَّ اٰمین

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کے لئے دعا کی تحریک

ربوہ ۲۱ جنوری۔ جیسا کہ احباب کو علم ہے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی طبیعت عرصہ سے ناساز چلی آ رہی ہے۔ احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی کو شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے

آمین

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ماہ رمضان کی عظمت اور اس کے عظیم الشان روحانی اثرات

"شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے صوفیا نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں صلوٰۃ تزکیۂ نفس کرتی ہے اور صوم تجلیٔ قلب کرتا ہے۔ تزکیۂ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلیٔ قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے پس اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ میں یہی اشارہ ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ روزہ کا اجر عظیم ہے لیکن امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم رکھتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جوانی کے ایام میں میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ روزہ رکھنا سنت اہل بیت ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۵۶ و صفحہ ۲۵۷)

محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی خدماتِ جلیلہ کا

سنٹرل باسکٹ بال ایسوسی ایشن کی طرف سے اعتراف

ربوہ ۲۱ جنوری۔ باسکٹ بال کے گیم کو ملکی بنیادوں پر فروغ دینے اور اسے شاہراہ ترقی پر گامزن کرنے کے سلسلہ میں محترم جناب صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔ اے (آکسن) پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ نے جو جلیل القدر خدمات سرانجام دی ہیں سنٹرل باسکٹ بال ایسوسی ایشن کی مجلس عاملہ نے ان کے دلی اعتراف کے طور پر آپ کی خدمت میں درخواست کی تھی کہ آپ آئندہ دو سال کے لئے ایسوسی ایشن کا پریذیڈنٹ بننا قبول فرمالیں۔ آپ نے مجلس عاملہ کے اصرار پر اس درخواست کو قبول فرما لیا ہے۔ آپ کی اس منظوری کا اعلان تعلیم الاسلام کالج کے پانچویں آل پاکستان ٹورنامنٹ کے موقعہ پر مورخہ ۱۹ جنوری کو ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری جناب اعجاز حسین صاحب نے کیا جو ٹورنامنٹ دیکھنے کی غرض سے لاہور سے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ یہ اعلان کرتے ہوئے انہوں نے محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کی ان جلیل القدر خدمات کا بھی ذکر کیا جو آپ نے باسکٹ بال کے فروغ اور اس کی ترقی کے سلسلہ میں انجام دی ہیں۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ قبل ازیں محترم جناب میجر جنرل سید غواث صاحب چار سال تک اس ایسوسی ایشن کے صدر رہ چکے ہیں۔

تعلیم الاسلام کالج کے زیر اہتمام

پانچواں آل پاکستان باسکٹ بال ٹورنامنٹ کامیابی سے اختتام پذیر ہو گیا

کلب سیکشن میں ریلوے نے چیمپئن شپ کا خصوصی امتیاز اس سال بھی برقرار رکھا

کالج اور سکول سیکشنز میں اسلامیہ کالج اور تعلیم الاسلام ہائی سکول چیمپئن قرار پائے

ربوہ ۲۱ جنوری۔ تعلیم الاسلام کالج باسکٹ بال کلب کے زیر اہتمام منعقدہ پانچواں آل پاکستان باسکٹ بال ٹورنامنٹ جو مورخہ ۱۷ جنوری کی صبح کو شروع ہوا تھا تین روز تک روایتی شان و شوکت کے ساتھ جاری رہنے کے بعد مورخہ ۱۹ جنوری کی شام کو نہایت درجہ کامیابی اور خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہو گیا

کلب سیکشن میں پاکستان ویسٹرن ریلوے نے جو نیشنل چیمپئن پی۔ اے۔ ایف چکلالہ سے بازی لے جا کر فائنل میں پہنچی تھی اپنے پرانے حریف ویسٹ پاکستان پولیس کو امسال بھی مات دے کر اپنے چیمپئن شپ کے خصوصی امتیاز کو بحال رکھا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ریلوے کی ٹیم یہ امتیاز مسلسل تین سال سے حاصل کرتی چلی آ رہی ہے۔ امسال فائنل میں اس نے ۵۳ کے مقابلے میں ۷۵ پوائنٹ سکور کر کے ۲۲ پوائنٹس سے پولیس پر برتری حاصل کی ریلوے کے محمد خان، نصر اور جاوید نے بہت بلند پایہ کھیل کا مظاہرہ کیا۔ ان کا انفرادی سکور علی الترتیب ۲۷۔۲۵ اور ۱۷ رہا۔ پولیس کی طرف سے عباس الیمن، اور تھیمن کا کھیل بھی خاص شان

(باقی صفحہ ۸ پر)

ایڈیٹر: روشن دین تنویر بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دار الرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۲۲ جنوری سنہ ۶۳ء

"خاتم النبیین" کا صحیح مفہوم

مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے اپنی جو کتاب "اسلام اور مغربی تہذیب" کے نام سے شائع کی ہے۔ اس میں آپ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو "ابن محمد" اور خاتم النبیین ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس پر جب اہل علم حضرات کی طرف سے لے دے ہوئی اور ان کی طرف سے فتویٰ کفر لگایا گیا تو اب مولانا محمد طیب کی طرف سے ایک وضاحتی بیان شائع ہوا ہے اس بیان میں آپ نے ہر دو امور کے متعلق جو وضاحت کی ہے اختصاراً آپ کی ہی زبان میں ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

۱۔ "حاشا ثم حاشا۔ نہ میرا یہ عقیدہ ہے۔ اور نہ میری اس کتاب کی کسی عبارت کا یہ مفہوم یا اس سے میری مراد ہے۔ اس بارہ میں میرا عقیدہ وہی ہے جو تمام اہل سنت والجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بلا باپ کے محض مریم عذرا کے بطن سے پیدا ہوئے اور وہ ابن اللہ نہ تھے۔ ابن مریم تھے۔ بنیز ان کے تولد ہونے کے بارے میں بھی اپنا وہی عقیدہ ہے جو قرآن حکیم کی روشنی میں تمام اہل سنت والجماعت کا سلف سے خلف تک چلا آرہا ہے کہ مریم پاک کے سامنے حضرت جبریل علیہ السلام ایک بشر سوی (کامل الخلقۃ) کی صورت میں نمایاں ہوئے ان کے گریبان میں پھونک ماری اور وہ حاملہ ہو گئیں۔

بطور استنباط ایک علمی لطیفہ کے طور پر اس کتاب میں جو کچھ عرض کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام مریم صدیقہ کے سامنے ظاہر ہوتے وقت صورت محمدی میں تھے اور وہ بشر سوی اور کامل الخلقت ہیئت شبیہ محمدی تھی اس لئے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو شبیہ محمدی سے ایک تمثالی ابنیت کی نسبت حاصل ہوئی اور ان کے معجزات وکرامات میں جو زیادہ تر صورت سازی، صورت نمائی، صورت آرائی اور صورت زیبائی کی شان پائی جاتی ہے یہ اسی صورتِ محمدی کے آثار ہیں جس کی تمثالی نسبت سے مسیح علیہ السلام اپنے بدءِ خلقت میں مستفید ہوئے ظاہر ہے کہ مریم صدیقہ کے سامنے نہ حضور علیہ السلام جلوہ گر ہوئے نہ آپ کی ذات وہاں موجود تھی۔ موجود تھے تو جبرائیل علیہ السلام جن پر بحسب استنباط مذکورہ "شبیہ محمدی چھائی ہوئی تھی۔ تو نہ یہاں کسی ذاتی یا حقیقی ابنیت کا سوال پیدا ہوتا ہے نہ ابوت کا، صرف ایک تمثالی اور شباہتی ابنیت سامنے آتی ہے۔ جو نسبت یا انتساب کا درجہ رکھتی ہے نہ کہ نسب کا"۔

۲۔ معاذ اللہ، یہ دو خاتموں کا عنوان آپ کی تحریر سے پیشتر کبھی خیال میں بھی نہیں گذرا چہ جائیکہ اس غلط تخیل کو کتاب کا موضوع بنا کر پیش کیا جاتا۔ اس کتاب کی کسی عبارت کا نہ یہ مفہوم ہے۔ نہ میری مراد ہے اور نہ میرا عقیدہ، عیسےٰ علیہ السلام کو اسرائیلی سلسلہ کے پیغمبروں کا خاتم کہا گیا ہے۔ اس سے نہ تو حضور کے خاتم النبیین ہونے پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے۔ نہ دو متوازی خاتم ثابت ہوتے ہیں۔ حقیقی معنی میں خاتم الانبیاء صرف حضور کی ذات اقدس ہے۔ آپ زمانی خاتم بھی ہیں منصب و مقام کے لحاظ سے بھی خاتم ہیں۔ اور ذات کے لحاظ سے بھی خاتم ہیں۔ اور علی الاطلاق خاتم ہیں۔ اس لئے خاتم النبیین کے لفظ کا جب اطلاق کیا جائے۔ تو صرف آپ کی ہی ذات مراد ہوگی جیسا کہ میں نے اپنے ایک رسالہ "خاتم النبیین" میں اس کو کافی مدلل اور مبرہن طریق پر واضح کیا ہے۔ عیسےٰ علیہ السلام اگر اسرائیلی سلسلہ کے خاتم ہیں۔ تو نہ وہ اصطلاحی ختم نبوت ہے کہ ان پر خاتم النبیین کا اطلاق صحیح ہو۔ اور نہ اس سے حضور کی ختم نبوت پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے کہ وہ متوازی خاتموں کا سوال کھڑا کیا جائے۔

بہر حال قرآن کریم نے جب ہر قوم اور ہر اُمت کے لئے ہادی، نذیر اور رسول تسلیم کئے ہیں اور قوموں کی ابتداء بھی ہوئی ہے۔ اور انتہا بھی۔ سو اگر اُن میں سے کسی سلسلہ کے آخری پیغمبر کو اُس سلسلہ کا خاتم کہہ دیا جائے۔ تو اُس سے حقیقی خاتم النبیین کے منصب خاتمیت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے اُن کو خاتم کہنا ایک اضافی اور نسبتی بات ہوگی اور حضورؐ کو خاتم کہنا ایک حقیقی اور منصبی بات ہوگی۔ جس سے معاذ اللہ نہ ختم نبوت نبوت کے انکار کا شاخسانہ کھڑا ہو سکتا ہے۔ نہ دو متوازی خاتموں کا عنوان پیدا کیا جا سکتا ہے"۔

(محمد عبد الحق انچارج دفتر اہتمام دار العلوم دیوبند)
(ایشیا لاہور ۱۹ جنوری ۶۳ء صفحہ ۳)

پہلے امر کے متعلق تو ہم اس وقت کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ البتہ دوسرے امر کے متعلق اس قدر کہنا چاہتے ہیں کہ خاتم النبیین کے تاخر زمانی کے تصور کی وجہ سے مولوی محمد طیب صاحب کی وضاحت کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ اگر "ختم نبوت" کا صرف تاخر زمانی تصور لیا جائے تو اس طرح ہر سلسلہ نبوت کا ایک خاتم النبیین ماننا ضروری ہے۔ اور اس میں سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی سوا اسکے کہ آپ کو تمام سلسلوں کا خاتم النبیین مانا جائے اور یہ کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ بلکہ اس میں یہ قباحت ہے کہ نبوت کے دوسرے سلسلوں والے کہہ سکتے ہیں کہ آپ صرف اپنے سلسلہ کے خاتم ہیں اور ہمارے نبی مثلاً موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام اپنے اپنے سلسلوں کے خاتم ہیں اس لئے کوئی فرق نہیں۔

عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود

القصہ "خاتم النبیین" کی صفت جو تمام انبیاء علیہم السلام میں سے صرف سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے اللہ تعالےٰ نے استعمال کی ہے اپنی تمام وقعت ضائع کر دیتی ہے حالانکہ خاتم النبیین کے معنی نہایت شاندار اور وسیع ہیں جیسا کہ حضرت محمد قاسم نانوتوی علیہ الرحمۃ بانی دیوبند نے بھی بیان فرماتے ہیں اور فرمایا ہے کہ ختم نبوت کا تصور تاخر زمانی مقام مدح میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور یہ بات ہے بھی ٹھیک کسی چیز کا سب کے آخر میں ہونا اسکے مفتخر ہونے پر دال نہیں ہے مثلاً یہ نہیں کیا جا سکتا کہ سراج الدین ظفر مغلیہ خاندان میں سے سب سے قابل فخر بادشاہ تھا کیونکہ وہ سلسلہ میں سب سے آخر میں تھا۔

پھر قرآن کریم میں تاخر زمانی کے لئے ایک واضح اصطلاح استعمال ہوئی ہے اگر آخری نبی کا تاخر زمانی کا خیال ظاہر کرنا ہوتا تو اسکے لئے خاتم النبیین کی اصطلاح سے بڑھکر۔ لن یبعث اللہ من بعدہٖ رسولا کی اصطلاح موزوں ترین تھی مگر قرآن کریم میں یہ کفار کا قول بیان کیا گیا ہے۔ مومنوں کا قول نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کے الفاظ تاخر زمانی کے لحاظ سے لن یبعث اللہ من بعدہ کے معنی میں محدود کرنا صحیح نہیں ہے۔

ذیل میں ہم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند اقتباسات درج کرتے ہیں جن سے خاتم النبیین کا صحیح مفہوم واضح ہو جاتا ہے:

۱۔ "ہمیں اللہ تعالےٰ نے وہ نبی دیا جو خاتم المومنین خاتم العارفین اور خاتم النبیین ہے۔ اور اسی طرح وہ کتاب اس پر نازل کی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں اور آپ پر نبوت ختم ہو گئی۔ تو یہ نبوت اس طرح پر ختم نہیں ہوئی۔ جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے۔ ایسا ختم قابل فخر نہیں ہوتا۔ بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم پر نبوت ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ طبعی طور پر آپ پر کمالات نبوت ختم ہو گئے۔ یعنی وہ تمام کمالات متفرقہ جو آدمؑ سے لے کر مسیح ابن مریم تک نبیوں کو دئے گئے تھے کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی۔ وہ سب کے سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم میں جمع کر دئے گئے اور اس طرح پر طبعاً آپ خاتم النبیین ٹھہرے اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں۔ وہ قرآن شریف پر آکر ختم ہو گئے اور قرآن شریف خاتم الکتب ٹھہرا۔

اس جگہ پر یاد رکھنا چاہیئے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افتراء عظیم ہے ہم جس قوت یقینی معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں۔ (باقی صفحہ ۸ پر)

قتلِ مرتد

مودودی صاحب کی نظر میں

از محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے حال ہی میں "مذہب کے نام پر خون" کے عنوان سے جو کتاب تصنیف فرمائی ہے اس کا ایک باب افادۂ احباب کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

حصولِ اقتدار کی تمنا

مولانا کی حصولِ اقتدار کی تمنا ہر قید و بند سے آزاد ہے اور ہر میدان میں ان کی متشددانہ طبیعت کے پہلو بہ پہلو جولانی دکھاتی ہے۔ ان کا قتلِ مرتد کا عقیدہ بھی اسی کا کھلایا ہوا ایک گل ہے اور اپنے مخصوص طریق کے مطابق یہ اس عقیدہ کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ اس موضوع پر ایک رسالہ "مرتد کی سزا اسلامی قانون میں" قلمبند فرمایا ہے جس میں نہایت دلیری سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اس نظریہ کو منسوب کیا ہے اور حضرت ابوبکرؓ کی اس فوج کشی سے نظیر پکڑی ہے جو آپ نے منکرینِ زکوٰۃ کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے فرمائی تھی۔ جہاں تک مولانا کے "نقلی" اور "عقلی" دلائل پر تفصیلی بحث کا تعلق ہے۔ یہ امر ایک علیحدہ کتاب کا متقاضی ہے۔ پس میں یہاں اس کے چند ایک پہلوؤں کے ذکر پر ہی اکتفا کروں گا۔

علمائے سلف کا موقف

اگرچہ یہ درست ہے کہ اور بھی علمائے اسلام نے جو یقیناً نیک دل اور صاف نیت تھے اس مسئلہ میں ٹھوکر کھائی ہے مگر ان کی ٹھوکر اور مولانا مودودی کی ٹھوکر میں ایک بھاری فرق ہے اور میں پہلے اسی فرق کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ ان علماء کی غلطی محض ایک فقہی غلطی تھی اور ان کے نفس کے تشدد کا اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ وہ دیانتداری سے اس بات کے قائل تھے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ ان کے ہاں مسلمان کی تعریف ایسی وسیع تھی کہ اس سے امت محمدیہ میں کسی قتلِ عام کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا اور اس حکم کا اطلاق اسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے مذہب سے آکر اسلام میں شامل ہو، پھر مرتد ہو جائے اور واضح طور پر کہے کہ میں مسلمان نہیں ہوں۔ اس پر بھی خود اس نظریہ کے حامل علماء میں سے بعض کا یہ فتویٰ تھا کہ ایسے شخص کو توبہ کے لئے غیر معین مدت تک مہلت دینی چاہئے۔ اس سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ان کی یہ غلط فہمی اس خواہش کی بناء پر نہ تھی کہ خلقِ خدا کی گردنیں ان کے ہاتھ میں آجائیں اور وہ دل کھول کر خدائی کریں۔ ہرگز انہیں یہ ذوق و شوق نہیں تھا کہ وہ نہ صرف پہلے کلمہ گو مسلمانوں پر کفر کے فتوے لگا کر انہیں کافر قرار دے لیں پھر قتلِ مرتد کا عقیدہ دامن میں لے کر تاک لگائے بیٹھے رہیں کہ کب اقتدار ہاتھ میں آئے اور کب ہم مرتدین کے خون کے دریا بہا دیں۔

مگر یورپ کی تاریک صدیوں کے راہنمایانِ مذاہب کی طرح جن کے نزدیک عیسائیت سے ارتداد کی سزا قتل تھی اور عیسائیت سے مراد وہ عیسائیت تھی جو ان کے مکتبِ خیال کے مطابق ہو۔ مودودی صاحب کے نزدیک بھی اسلام سے ارتداد کی سزا قتل ہے۔ اور اسلام سے مراد وہ اسلام ہے جو مودودی صاحب یا ان کے جانشین اسلام قرار دیں۔ چنانچہ مودودی "دورِ حکومت" میں اس امر کا آخری فیصلہ بہرحال کسی مودودی نگران کے ہاتھ میں ہی ہوگا۔ کہ کون مسلمان اور کون مرتد کے حکم میں آتا ہے۔ یہ فیصلہ کیا ہوگا؟ اس سوال کا جواب غیر مشکوک طور پر مولانا کی تصنیفات میں دیا جا چکا ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہرگز اس عقیدہ کے قائل نہ تھے

مگر اس بارہ میں مولانا کے تصورات قلمبند کرنے سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ حتی الامکان اختصار کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس الزام سے بریت ثابت کروں کہ نعوذ باللہ آپ بھی اس عقیدہ کے قائل تھے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کرنے کی سزا اسلامی قانون میں قتل ہے۔

اگر کسی شخص کی طرف کوئی خیال یا فعل منسوب کیا جائے تو طبعاً دل میں ایک سوال اٹھتا ہے کہ کیا وہ دعوے یا فعل اس شخص کے معلوم اخلاق اور شمائل کے مطابق ہے یا نہیں۔ اس کسوٹی پر ہم بہت سے امور کو روزمرہ کی زندگی میں پرکھتے ہیں اور اس کا اطلاق صرف انسان پر ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر چیز پر ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی آپ سے کہے کہ میں نے جنگل میں ایک گھوڑا دیکھا جو شیر کو چیر پھاڑ کر کھا رہا تھا۔ یا ہرن کا ایک بچہ دیکھا جس نے دیکھتے دیکھتے ایک چیتے پر حملہ کر کے اس کے ٹکڑے اڑا دیئے تو آپ ایک لحظہ کے لئے بھی یہ باور نہیں کر سکتے کہ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ کیونکہ یہ دعوے گھوڑے اور ہرن کی معلوم خصلت کے صریحاً خلاف ہے۔ اسی طرح یہ قتلِ مرتد کا عقیدہ ظاہراً ایک ایسا غیر طبعی اور غیر منصفانہ فعل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس نظریہ کو بہرحال منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کا تو پیغام ہی یہ تھا کہ دنیا والے اپنے تمام مذاہب چھوڑ کر آپ کا مذہب قبول کر لیں۔ پھر آپ خود کس طرح تبدیلیٔ مذہب پر کسی قسم کے جبر کو روا رکھنے کی اجازت دے سکتے تھے۔ جب لوگ کوئی دوسرا مذہب چھوڑ کر آپ کے مذہب میں داخل ہوتے تھے اور اس جرم کی پاداش میں ان کو مارا یا ستایا جاتا تھا، آپ اسے صریح ظلم قرار دیتے تھے اور انسان کی آزادیٔ ضمیر کے خلاف ایک سخت غیر منصفانہ دست برد سمجھتے تھے۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ سب عادل انسانوں سے بڑھ کر عدل کرنے والا اور سب منصفوں سے زیادہ منصف مزاج اپنے معاملہ میں اس معاملہ میں اس معیار کو بالکل فراموش کر ڈالے۔ جب لوگ کسی تبدیلیٔ مذہب پر ماریں تو انہیں سخت ظالم قرار دے اور جب اپنا مذہب چھوڑ کر کوئی دوسری طرف جائے تو اس کے قتل کا فتویٰ جاری کرے۔ اس قسم کی پالیسی تو دنیا کے سیاستدان کی طرف منسوب کرنا بھی اس کی سخت ہتک سمجھی جاتی ہے کجا یہ کہ اسے سب نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منسوب کیا جائے۔ اس کے علاوہ اگر آپ کے عمومی خلق کی طرف بھی جس کی بعض جھلکیاں پہلے گزر چکی ہیں نگاہ کی جائے تو اس عقیدہ کو آپؐ کی طرف منسوب کرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ جس طرح سورج کے متعلق خواہ ہزار دلائل دیئے جائیں کوئی یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ وہ روشنی کی بجائے تاریکی برساتا ہے۔ اسی طرح اس انسانِ کامل کی طرف یہ غیر فطری فعل منسوب کرنے کی کوئی گنجائش نہیں لیکن اگر کوئی کہے کہ یہ سرے سے ناانصافی ہے ہی نہیں تو اس کا جواب میرے پاس سوائے ایک سخت حیران خاموشی کے اور کچھ نہیں۔

دوسرا امر قابلِ غور یہ ہے کہ قرآن کریم جو مذاہب کی تاریخ پیش کرتا ہے اس پر نظر ڈالنے سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ انبیاء گزشتہ میں سے ایک نے بھی کبھی ارتداد کی سزا موت یا جلاوطنی تجویز نہیں کی۔ اس کے برعکس بلا استثناء ان کے تمام مخالفین نے ارتداد کی سزا موت یا جلاوطنی تجویز کی اور اسی کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کے اس طریق کو سخت ناپسندیدہ اور قابلِ سرزنش قرار دیتا ہے اور اس کی سزا یقینی ہلاکت اور عتابِ الٰہی تجویز فرماتا ہے۔ پھر میں یہ کس طرح تسلیم کر لوں کہ میرے مقدس آقا نے ان تمام معصوم انبیاء کی سنت کو ترک کر کے نعوذ باللہ ان کے مخالفین کی ناپسندیدہ اور ناجائز سنت کو اپنا لیا اور اسی کو صحیح قرار دیا۔ یہ میرے نزدیک ممدوح کی طرف تاریکی منسوب کرنے سے بھی زیادہ ناممکن ہے مگر اس پہلو پر چونکہ کتاب کے پہلے باب میں نہایت تفصیل سے روشنی ڈال دی گئی ہے۔ اس لئے مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

تیسرا فیصلہ کن امر یہ ہے کہ قرآن کریم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی جو تاریخ پیش کرتا ہے۔ وہ واضح طور پر اس خیال کو باطل اور بے بنیاد قرار دے رہی ہے۔ اور آنحضرتؐ کے زمانہ کی قرآن کریم کی پیش کردہ تاریخ کے متعلق مسلمان علماء تو کی تمام یورپین مستشرقین بھی کیسے ہی متعصب کیوں نہ ہوں یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکے کہ یہ بغیر کسی شک کے قابلِ قبول ہے۔ قرآن کریم کے پیش کردہ جن تاریخی حقائق کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔ ان کا تفصیلی ذکر انشاء اللہ تعالیٰ اس باب کے آخر پر کیا جائے گا۔ بہرحال یہ تینوں دلائل اکیلے اکیلے بھی ایسے درست اور واضح ہیں کہ ان کے مقابل پر ہر دوسری دلیل ٹھکرائی جانے کے لائق ہے۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ صرف آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت انصاف ہی پر نظر کی جائے تو قتلِ مرتد کے نظریہ کی عمارت ریت کے قلعہ کی طرح خود بخود مسمار ہو جاتی ہے۔ مودودی صاحب اگر اس کے مقابل پر یہ دلیل پیش فرمائیں کہ بہت سے جید علمائے اسلام اس نظریہ کے قائل تھے۔

تو مولانا کے اس استدلال کو میں ایسا ہی سمجھتا ہوں جیسے کوئی شاخ کو اول اور جڑ کو آخر کر دے یہ علماء خواہ کتنے ہی بڑے مقام پر کیوں نہ ہوں پھر بھی امور شرعیہ میں غلطی سے پاک نہیں تھے مگر ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم غلطی سے پاک تھے اس لئے اگر چودہ سو سال میں مختلف اوقات میں پیدا ہونے والے تمام علماء بھی بیک آواز کوئی ایسی بات کہیں جسے تسلیم کر لینے سے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صداقت، امانت، دیانت اور عدالت پر کوئی حرف آتا ہو تو میں اسے تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ علماء اپنے اعلیٰ اور بلند مرتبوں کے باوجود ٹھوکر کھا سکتے ہیں اور کھاتے رہے ہیں۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صفاتِ حسنہ غیر مشکوک ہیں۔ اِن علماء کے شدید باہمی اختلافات ہی اِس امر کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ یہ خطاء سے پاک نہ تھے۔ اگر دس رائیں ایک دوسرے سے مختلف ہوں تو بہر حال ایک ہی درست ہوگی اور باقی نو غلط ہوں گی بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک بھی درست نہ ہو۔ بہر حال قطع نظر اس سوال کے کہ علماء کہیں انفرادی یا اجتماعی ٹھوکر کھا سکتے ہیں یا نہیں، ایک امر جو ہر شک سے بالا ہے اور یقیناً درست ہے وہ یہی ہے کہ شاخوں کو جڑ پر ترجیح نہیں دی جا سکتی... کو جڑ پرترجیح ہاں کیا جا سکتا جڑ کو شاخوں پر نہیں۔ کوئی حدیث جس کے راوی خواہ کتنے ہی سچے ہوں اگر قرآن کریم کی کسی آیت کے یقینی طور پر خلاف ہو تو قرآن کریم کے مقابل پر اُسے بہر حال ترجیح نہیں دی جا سکتی اسی طرح ہر وہ اجماع یا کثرت رائے جو قرآن کریم کے کسی بیان کے یقینی طور پر خلاف ہو یا آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ پر بُرے رنگ میں روشنی ڈالے بغیر کسی تردد کے معاً ٹھکرا دینے کے قابل ہے۔

اس مختصر بحث کے بعد اب ہم مضمون کے اس حصہ کی طرف واپس لوٹتے ہیں جہاں ہم نے تسلسل کو توڑا تھا۔ سوال زیر بحث یہ تھا کہ مودودی صاحب کے نزدیک مسلمان کہلانے والوں کے اس انبوہِ کثیر میں سے کون کون سے فرقے مرتد شمار ہوں گے تا کہ اس امر کا کچھ اندازہ کیا جا سکے کہ اگر کبھی انہیں اقتدار نصیب ہو تو خلقِ خدا میں سے کتنوں کی گردنیں ان کے ہاتھ میں آجائیں گی۔

مولانا کے نزدیک احمدی تو خیر "مرتد" ہیں ہی اور بہر حال ایک "غیر مسلم اقلیت" ہیں لیکن یہ ارتداد اور کفر محض انہی تک محدود نہیں، ان کے علاوہ اہلِ قرآن یعنی پرویز صاحب کے مکتبِ خیال کے لوگ بھی غیر مشکوک طور پر کافر، دائرۂ اسلام سے خارج یا بالفاظِ دیگر مرتد متصور ہوں گے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ اُن کا کفر "قادیانیوں" سے بھی زیادہ سنگین شمار ہوگا۔ (اس لحاظ سے ممکن ہے انہیں نسبتاً زیادہ تکلیفیں دے کر مارا جائے) چنانچہ جماعتِ اسلامی کے ترجمان "تسنیم" میں شائع ہونے والا مولانا امین احسن صاحب اصلاحی کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمایئے یہ فتویٰ ان دنوں کا ہے جب ابھی مولانا امین احسن اصلاحی مودودی صاحب سے برگشتہ نہیں ہوئے تھے اور ان کا دایاں بازو شمار ہوتے تھے۔ مولانا اصلاحی صاحب فرماتے ہیں:-

"بعض لوگ اسلامی شریعت کے اختلافات کا حوالہ دیکر مسلمانوں کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اِس ملک میں اسلامی شریعت کے نفاذ کا تو کوئی امکان نہیں ہے البتہ قرآن کریم کے اصولوں پر اِس ملک میں حکومت قائم کرو اگر یہ مشورہ دینے والوں کا مطلب یہ ہے کہ شریعت صرف اتنی ہی ہے جتنی قرآن میں ہے باقی اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ شریعت نہیں ہے تو یہ صریح کفر ہے اور بالکل اسی طرح کا کفر ہے جس طرح کا کفر قادیانیوں کا ہے بلکہ کچھ اس سے بھی سخت اور شدید ہے"[1]

چلیئے احمدیوں اور اہلِ قرآن کا جھگڑا تو نپٹا لیا گیا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کفر اور ارتداد بس انہی دو فرقوں پر ختم ہو جاتا ہے؟ تو اِس سوال کی تحقیق میں ہم جوں جوں مودودی لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں یہ حقیقت کھلتی چلی جاتی ہے کہ مودودیت کے سوا مودودی نگاہ میں ہر دوسری چیز کفر ہی کفر ہے۔ چنانچہ "مسلمانوں" کے "مسلمان فرقوں" کا حال دیکھتے ہیں کہ مودودی صاحب کے نزدیک ان کا اسلام کتنے پانی میں ہے۔ اِس انبوہِ کثیر پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے مودودی صاحب فرماتے ہیں:-

[1] ماخوذ از "مزاج شناسِ رسولؐ" صفحہ ۲۸۲ بحوالہ "تسنیم" ۱۵ر اگست ۱۹۵۲ء۔

"یہ انبوہِ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ ان کا اخلاقی نقطۂ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مقابل تبدیل ہُوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آ رہا ہے۔ اس لئے یہ مسلمان ہیں نہ انہوں نے حق کو حق جان کر اسے تسلیم کیا ہے نہ باطل کو باطل جان کر اسے ترک کیا ہے۔ ان کی کثرت رائے کے ہاتھ میں باگیں دے کر اگر کوئی شخص یہ امید رکھتا ہے کہ گاڑی اسلام کے راستہ پر چلے گی تو اس کی خوش فہمی قابل داد ہے"۔

پھر فرماتے ہیں:-

"جمہوری انتخاب کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے دودھ کو بلو کر مکھن نکالا جاتا ہے۔ اگر دودھ زہریلا ہو تو اس سے جو مکھن نکلے گا قدرتی بات ہے کہ وہ دودھ سے زیادہ زہریلا ہوگا۔ . . . . . . پس جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر مسلم اکثریت کے علاقے ہندو اکثریت کے تسلط سے آزاد ہو جائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے تو اس طرح حکومت الٰہی قائم ہو جائے گی ان کا گمان غلط ہے۔ دراصل اس کے نتیجے میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ صرف مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی"۔

اگر ابھی تک غیر مودودی "مسلمانوں" کے متعلق مولانا کے فتویٰ کی وضاحت نہ ہوئی ہو تو مزید وضاحت کی غرض سے ایک اور اقتباس پیش ہے:-

"یہاں جس قوم کا نام مسلمان ہے وہ ہر قسم کے رطب و یابس سے بھری ہوئی ہے کیریکٹر کے اعتبار سے جتنے ٹائپ کافروں میں پائے جاتے ہیں۔ اتنے ہی اس قوم میں بھی موجود ہیں۔ عدالتوں میں جھوٹی گواہیاں دینے والے جس قدر کافر قوم میں فراہم کرتی ہیں غالباً اسی تناسب سے یہ بھی فراہم کرتی ہے۔ رشوت چوری، زنا، جھوٹ اور دوسرے تمام ذمائم اخلاق میں یہ کفار سے کچھ کم نہیں ہے"۔

کیا ان فتوؤں کے بعد بھی کسی مزید کفر کے فتویٰ کی ضرورت رہ جاتی ہے۔ اگر رہتی ہے تو شاید اس خیال سے کہ یہ فتویٰ عامۃ الناس یعنی ۹۹۹ فی ہزار کے متعلق ہوگا۔ مسلمان علماء اور دیگر زعماء پر چسپاں نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ خیال درست نہیں کیونکہ مودودی صاحب کی نظر میں ہر غیر مودودی ایک ہی لاٹھی سے ہانکے جانے کے لائق ہے:-

"خواہ مغربی تعلیم و تربیت پائے ہوئے سیاسی لیڈر ہوں یا علمائے دین و مفتیانِ شرع دونوں قسم کے راہنما اپنے نظریہ اور اپنی پالیسی کے لحاظ سے یکساں گم کردہ راہ ہیں دونوں راہِ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں ان میں سے کسی کی نظر بھی مسلمانوں کی نظر نہیں"۔

قارئین کرام خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ اگر راہ حق سے ہٹ جانے کا نام ارتداد نہیں تو اور کیا ہے؟

مودودی صاحب کے مندرجہ بالا دونوں فتوے پڑھ کر مجھے وہ کہانی یاد آجاتی ہے کہ کسی بادشاہ کو ایک گھوڑا بہت عزیز تھا۔ وہ بیمار ہو گیا۔ بادشاہ کو کہاں برداشت تھی کہ اس کی موت کی خبر سنے۔ حکم دے دیا کہ جو بھی یہ منحوس خبر سنائے گا مارا جائے گا۔ مگر ساتھ ہی اس کا بھی پابند کر دیا کہ ہر آدھ گھنٹہ کے بعد صحت کی اطلاع بھجواتے رہو۔ گھوڑا مشیت ایزدی سے آدھ گھنٹہ کے اندر مر گیا۔ اور افسروں نے پکڑ پکڑا کر ایک شخص کو یہ خبر سنانے کے لئے بھجوا دیا۔ اس نے جا کر دست بستہ عرض کی کہ حضور گھوڑا بڑے آرام میں ہے کوئی درد محسوس نہیں کرتا۔ کوئی حرکت نہیں کرتا۔ کوئی آواز نہیں نکالتا اس کو سانس نہیں آتا اس کا دل نہیں چلتا۔ بادشاہ نے تلملا کر کہا۔ پھر یہ کیوں نہیں کہتے کہ مر گیا تو اس شخص نے جواب دیا کہ دیکھئے یہ حضور ہی فرما رہے ہیں میں نے تو نہیں کہا۔

پس اگر کوئی قوم گم کردہ راہ ہو راہ حق سے ہٹ چکی ہو۔ تاریکیوں میں بھٹک رہی ہو۔ اسکی نظر مسلمان کی نظر نہ رہی ہو جتنے ٹائپ کافروں میں پائے جاتے ہوں۔ اس میں پائے جاتے ہوں تو اس قوم کو کافر نہیں تو اور کیا کہا جائے گا؟ مگر شاید مودودی صاحب کہہ دیں کہ دیکھو تم ہی کہہ رہے ہو۔ میں تو نہیں کہتا۔ (باقی)

زکوٰۃ کی ادائیگی اموال کو بڑھاتی اور تزکیۂ نفس کرتی ہے۔

لیڈر بقیہ صـ ۲

اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ نہیں مانتے اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاءؐ صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں ہے سمجھتے ہی نہیں ہیں انھوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہُوا ہے اور اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا بجز ان لوگوں کے جو اس سرچشمہ سے سیراب ہوں دنیا کی مثالوں میں سے ہم ختم نبوت کی مثال اس طرح پر دے سکتے ہیں کہ جیسے چاند ہلال سے شروع ہوتا ہے اور چودھویں تاریخ پر آکر اس کا کمال ہو جاتا ہے جب کہ اسے بدر کہا جاتا ہے اسی طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر آکر کمالات نبوت ختم ہو گئے

(الحکم ۱۳ر جولائی ۱۹۰۲ء صـ ۳)

۲۔ جو یہ مذہب رکھتے ہیں کہ نبوت زبردستی ختم ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یونس بن متّیٰ پر ترجیح نہیں دینی چاہیئے انہوں نے اس حقیقت کو سمجھا ہی نہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور کمالات کا کوئی علم ہی ان کو نہیں ہے باوجود اس کمزوری فہم اور کمی علم کے ہم کو کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت کے منکر ہیں۔ میں ایسے مریضوں کو کیا کہوں اور ان پر کیا افسوس کروں اگر ان کی یہ حالت نہ ہو گئی ہوتی اور حقیقت اسلام سے بکلی دور نہ جا پڑے ہوتے تو پھر میرے آنے کی کیا ضرورت تھی ان لوگوں کی ایمانی حالتیں بہت کمزور ہو گئی ہیں اور وہ اسلام کے مفہوم اور مقصد سے محض ناواقف ہیں ورنہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ اہل حق سے عداوت کرتے جس کا نتیجہ کافر بنا دیتا ہے یہ لوگ سمجھتے نہیں کہ ہم میں کونسی بات اسلام کے خلاف ہے ہم لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور روزہ کے دنوں میں روزے بھی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ بھی دیتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ یہ تمام اعمال اعمال صالحہ کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ محض ایک پوست کی طرح ہیں جس میں مغز نہیں ہے ورنہ اگر یہ اعمال صالحہ ہیں تو پھر ان کے پاک نتائج کیوں پیدا نہیں ہوتے۔

(الحکم ۱۷ر مارچ ۱۹۰۵ء صـ ۶)

۳۔ میں بڑے یقین اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالات نبوت ختم ہو گئے وہ شخص جھوٹا اور مفتری ہے جو آپ کے خلاف کبھی سلسلہ کو قائم کرتا ہے اور آپ کی نبوت سے الگ ہو کر کوئی صداقت پیش کرتا ہے اور چشمہ نبوت کو چھوڑتا ہے میں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا آپؐ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپ کی ختم نبوت توڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسا نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا جس کے پاس وہی مہر نبوت محمدی نہ ہو ہمارے مخالف الرائے مسلمانوں نے یہی غلطی کھائی ہے کہ وہ ختم نبوت کو توڑ کر اسرائیلی نبی کو آسمان سے اتارتے ہیں اور میں یہ کہتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور آپؐ کی ابدی نبوت کا یہ ادنے کرشمہ ہے کہ تیرہ سو سال کے بعد بھی آپؐ ہی کی تربیت اور تعلیم سے مسیح موعودؑ آپؐ کی امت میں وہی مہر نبوت لے کر آتا ہے اگر یہ عقیدہ کفر ہے تو میں اس کفر کو عزیز رکھتا ہوں لیکن یہ لوگ جن کی عقلیں تاریک ہو گئی ہیں جن کو نور نبوت سے حصہ نہیں دیا گیا اس کو سمجھ نہیں سکتے اور اس کو کفر قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ وہ بات ہے جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کمال اور آپ کی زندگی کا ثبوت ہوتا ہے

(الحکم ۱۰ر جون ۱۹۰۵ء صـ ۲)

(شان رسول عربی صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۴)

ان حوالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ "خاتم النبیین" کے معنی ہرگز لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا نہیں ہیں بلکہ اس کے معنے ہیں کہ

بر نبوت را بروشد اختتام

یعنی آپ تمام نبوتوں کے خاتم یعنی کمال ہیں اب کوئی کسی قسم کی نبوت نہیں ہے جس میں آپ کو کمال حاصل نہیں ہُوا اور آپ کے بعد جو نبوت ہے وہ صرف آپ کی نبوت کا عکس ہے ایسی نبوت ائمہ اسلام کے نزدیک ممنوع نہیں ہے چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس معنی میں "امتی نبی" کہلاتے ہیں اس لئے مودودی صاحب کے ماہنامہ ترجمان القرآن جنوری ۱۹۶۳ء نمبر میں مولوی عبدالحمید صاحب صدیقی نے جو یہ کہا ہے کہ:-

"اگر عقیدہ ختم نبوت میں خاتمیت کی یہ تعبیر یعنی اجرائے نبوت ممکن ہوتی جو اس وقت قادیانی کر رہے ہیں تو یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ امت مسلمہ ان جھوٹے مدعیان نبوت کے ساتھ ہمیشہ حسن ظن رکھتی وغیرہ۔" (ترجمان القرآن جنوری ۶۳ء صـ ۲۲۶)

اس لئے کہا ہے کہ ان کو صحیح تصور نہیں ہے کہ احمدی کن معنوں میں خاتمیت کی تعبیر اجرائے نبوت کرتے ہیں یہ اجرائے نبوت وہ ہے جس کو ہر مجدد وقت نے تسلیم کیا ہے اور جس کو خود آپ بھی مانتے ہیں۔ جب آپ یہ مانتے ہیں کہ حدیث نبوی کے مطابق آخری زمانہ میں پھر خلافت علی منہاج نبوت قائم ہوگی تو آپ خود ایسی اجرائے نبوت کا اقرار کرتے ہیں ورنہ

"علیٰ منہاج نبوت"

کے اور کیا معنے ہو سکتے ہیں۔!

(باقی)

مربیان سلسلہ کے لئے ضروری ہدایت

رمضان المبارک میں اب تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں تمام مربیان سلسلہ احمدیہ کے لئے یہ ضروری ہدایت ہے کہ وہ اپنے اپنے ہیڈ کوارٹر میں قرآن کریم کا درس دیں۔ درس شروع کر کے نظارت ہذا کو اطلاع دیں

۲۔ ہر مربی سلسلہ اس ہدایت کے مطابق درس دیں۔ اگر کوئی امیر ضلع جہاں مربی سلسلہ متعین ہو بجائے ہیڈ کوارٹر میں درس دینے کے کسی دوسری جماعت کو ترجیح دیں تو مربی صاحبان تعاون و تعمیل کریں۔

(ناظر اصلاح وارشاد)

رمضان المبارک میں درس القرآن کا انتظام

حسب معمول اس دفعہ بھی نظارت اصلاح وارشاد کے زیر اہتمام مسجد مبارک ربوہ میں رمضان المبارک کے ایام میں قرآن مجید کا درس ہُوا کرے گا۔ درس کنندگان یہ ہوں گے:-

نمبر شمار	درس کنندہ	درس کا حصہ	کیفیت
۱	محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب	سورۃ فاتحہ تا سورۃ مائدہ	
۲	مکرم مولوی ظہور حسین صاحب فاضل	سورۃ مائدہ سے سورۃ یونس تک	
۳	مکرم ابوالمنیر نورالحق صاحب	سورۃ یونس سے سورۃ طٰہٰ تک	
۴	مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب	سورۃ طٰہٰ سے سورۃ احزاب تک	
۵	مکرم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب	سورۃ احزاب سے سورۃ الذاریات تک	
۶	مولانا جلال الدین صاحب شمس	سورۃ الذاریات سے سورۃ الناس تک	

نوٹ: مکرم قاضی محمد نذیر صاحب اور مولوی قمرالدین صاحب بطور ریزرو ہوں گے۔ (نظارت اصلاح وارشاد)

اطفال الاحمدیہ کا پہلا امتحان

(مہتمم شعبہ اطفال الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

اطفال الاحمدیہ میں علمی اخلاقی مسابقت پیدا کرنے کے لئے ایک بیج رائج کئے جانے کا فیصلہ کیا گیا ہے اس بیج کے چار حصے ہوں گے ہر حصے کے لئے ایک کورس مقرر کیا گیا ہے اس سلسلہ کا پہلا امتحان ۲۱ر اپریل ۶۳ء بروز اتوار ہوگا کورس حسب ذیل ہے:-

۱۔ کلمہ طیبہ زبانی یاد کرنا۔ (۲) پنج بنائے اسلام (۳) نیت نماز مع نماز سادہ (۴) طریق وضو (۵) مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے باہر نکلنے کی دعا (۶) حضرت پیغمبر علیہ السلام اور خلفاء کے اسماء (۷) حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور ان کے خلفاء کے نام۔

(۸) چار دفعہ نماز جمعہ میں باقاعدہ حاضری
(۹) چار دفعہ مجلس کے اجلاسوں میں باقاعدہ حاضری
(۱۰) خدمت خلق کے کم از کم پانچ کام
(۱۱) چندہ مجلس کی ادائیگی۔

} ان کا ریکارڈ لوکل انجمن رکھے گی۔ اور ان کی تصدیق لوکل مجلس کے ناظم اطفال کریں گے۔

اس امتحان میں ہر طفل کا شامل ہونا ضروری ہے لہذا میں تمام قائدین۔ ناظمین اطفال اور مربیان اطفال سے درخواست کرتا ہوں کہ ابھی سے اطفال کو اس امتحان کی تیاری شروع کروا دیں اور جس قدر پرچوں کی ضرورت ہو اس سے بھی اطلاع دیں۔

درخواست دعا۔ خاکسار نے اپنا محکمانہ امتحان دیا ہے بزرگان سلسلہ میری نمایاں کامیابی کے لئے دعا فرما دیں۔ (خاکسار شفقت محمود خاں لودھی)

وصایا

ضروری نوٹ :۔ مندرجہ ذیل وصایا مجلس کارپرداز اور صدر انجمن احمدیہ کی منظوری سے قبل صرف اس لئے شائع کی جا رہی ہیں تاکہ اگر کسی صاحب کو ان میں سے کسی وصیت کے متعلق کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو دفتر بہشتی مقبرہ کو پندرہ دن کے اندر اندر ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

۲۔ ان وصایا کو جو نمبر دیئے گئے ہیں وہ ہرگز وصیت نمبر نہیں ہیں بلکہ یہ مسل نمبر ہیں وصیت نمبر صدر انجمن کی منظوری حاصل ہونے پر دیئے جائیں گے۔

۳۔ وصیت کی منظوری تک وصیت کنندہ اگر چاہے تو اس عرصہ میں چندہ عام ادا کرتا رہے مگر بہتر یہی ہے کہ وہ حصہ آمد ادا کرے کیونکہ وہ وصیت کی نیت کر چکا ہے۔

وصیت کنندگان ـ سیکرٹری صاحبان مال اور سیکرٹری صاحبان وصایا اس بات کو نوٹ کر لیں۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ)

مسل نمبر ۱۶۹۳۵ :۔ میں عبدالرحمٰن ولد محمد رمضان قوم بھٹہ پیشہ معلم عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۴۵ء ساکن چک ۵۳/۲ ڈاکخانہ بوچھکی ضلع شیخوپورہ صوبہ مغربی پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۶۲ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اس وقت منقولہ اور غیر منقولہ کوئی نہیں ہے میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اس وقت بذریعہ وقف جدید مبلغ -/۶۰ روپیہ ہے ـ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جس قدر ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ نقط راقم الحروف محمد نذیر ولد ہدایت اللہ ساکن چک ۵۳/۲۔

العبد خاکسار عبدالرحمٰن بھٹہ ولد محمد رمضان ساکن چک ۵۳/۲ ڈاکخانہ بچکی ضلع شیخوپورہ۔

گواہ شد :۔ حافظ محمد عبداللہ سیکرٹری مال انجمن احمدیہ چک ۵۳/۲ ڈاکخانہ بچکی تحصیل ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ

گواہ شد :۔ سید ولایت شاہ ولد سید رمضان شاہ مرحوم انسپکٹر وصایا کارکن دفتر وصیت ربوہ حال چک ۵۳/۲ ضلع شیخوپورہ

مسل نمبر ۱۶۷۶۰ :۔ میں عبداللہ ولد خواجہ قوم مراثی پیشہ مزدوری عمر ۵۲ سال تاریخ بیعت ۱۹۵۴ء ساکن چک منگہ ڈاکخانہ سوہاگا ریلوے ضلع سرگودھا صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۱۰/۶۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد کوئی نہیں میرا گذارہ محنت مزدوری پر ہے ماہوار مجھے -/۲۰ روپیہ تقریباً آمدن ہو جاتی ہے یعنی سالانہ -/۲۴۰ روپیہ ہیں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کرتا ہوں اگر اس کے بعد کوئی اور جائداد پیدا کروں یا آمدن ہوئی تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔

العبد عبداللہ بقلم خود

گواہ شد ـ عزیز الرحمٰن منگلا مربی سلسلہ احمدیہ ـ گواہ شد ـ ہمایوں ولد خواجہ موصی ـ ۱۶/۱۰/۶۲

مسل نمبر ۱۶۹۲۲ :۔ میں مرزا بشیر احمد بیگ ولد مرزا محمد صدیق بیگ قوم مغل پیشہ ملازمت عمر ۴۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن F/15/6 کے ڈی ۔ اے اسٹاف کوارٹرس ڈرگ روڈ کراچی ۸ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳ر اکتوبر ۱۹۶۲ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد اس وقت کوئی نہیں ہے میں ملازمت کرتا ہوں جس کے ذریعہ مجھے ماہوار تنخواہ مبلغ دو صد اسی (-/۲۸۰) روپے ملتی ہے میں اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ میں داخل کرتا رہوں گا اگر اس کے بعد میں کوئی جائداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میرے مرنے کے بعد میری جس قدر جائداد ثابت ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ فقط ۳ر اکتوبر ۱۹۶۲ء ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

العبد مرزا بشیر احمد ۳/۱۰/۶۲

گواہ شد ـ غلام احمد فرخ مربی سلسلہ احمدیہ کراچی۔

گواہ شد :۔ شیخ رفیع الدین احمد مرکزی سیکرٹری وصایا جماعت احمدیہ کراچی ـ

مسل نمبر ۱۶۸۹۱ :۔ میں محمد رشید شاد ولد محمد ابراہیم صاحب قوم کمہار پیشہ دکانداری عمر ۲۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن چوہڑ کانہ منڈی ڈاکخانہ خاص ضلع شیخوپورہ صوبہ مغربی پاکستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ اٹھارہ ستمبر ۱۹۶۲ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ـ میری موجودہ جائداد اس وقت کوئی نہیں میری آمد سالانہ تقریباً پانچ صد روپیہ ہوگی میں تازیست اپنی سالانہ آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز ربوہ کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میری وفات پر میرا جس قدر ترکہ ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصے کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی ـ نقط راقم الحروف محمد رشید شاد ولد محمد ابراہیم صاحب چوہڑ کانہ منڈی

العبد ـ محمد رشید شاد۔

گواہ شد ابراہیم سیکرٹری مال جماعت احمدیہ چوہڑ کانہ منڈی ضلع شیخوپورہ

گواہ شد ـ سید ولایت شاہ ولد سید رمضان شاہ صاحب مرحوم انسپکٹر وصایا کارکن دفتر وصیت حال چوہڑ کانہ منڈی

دورہ انسپکٹر وصایا

سید ولایت شاہ صاحب انسپکٹر وصایا کو ضلع منٹگمری کی جملہ جماعتوں کے دورہ کے لئے بھیجا گیا ہے تمام عہدیداران ضلع منٹگمری کی خدمت میں گذارش ہے کہ سید ولایت شاہ کے کام میں ان کے ساتھ تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں شاہ صاحب موصوف کا کام وصیت سے متعلقہ تمام امور کی سرانجام دہی ہے

(سیکرٹری مجلس کارپرداز ـ ربوہ)

یہ اشیاء کن کی ہیں؟

مندرجہ ذیل اشیاء جلسہ سالانہ کے ایام میں ہمیں ملی ہیں اور ہمارے پاس امانتاً محفوظ ہیں جن جن بہنوں کی ہوں وہ نشانی بتا کر ہم سے منگوا لیں ـ (مسعودہ بیگم نائبہ افسر جلسہ گاہ زنانہ)

۱۔ چادر سوتی رنگ زہر مہرہ

۲۔ نقاب برقعہ رنگ سیاہ ـ سوتی

۳۔ دوپٹہ نائلون جالی

۴۔ ایک چھوٹی شال سبز رنگ

۵۔ ایک چادر سوتی نیلا رنگ

۶۔ ایک چھوٹی چادر نیلا رنگ

۷۔ ایک شلوار ریشمی لٹھہ

۸۔ ایک ٹکڑا کھدر کریب ۲ گز نیلا رنگ

۹۔ دوپٹہ ململ سفید ایک

۱۰۔ پاجامہ لکیر دار بچہ کا

۱۱۔ ایک چھوٹی چادر مونگیا رنگ

۱۲۔ سکارف دو عدد ایک کرمزی ایک دو رنگ کا سفید اور کرمزی

۱۳۔ بچوں کے جوتے مختلف ایک ایک پاؤں

۱۴۔ دو بچوں کے دو جوڑے مکمل ایک جوتی اور ایک بوٹ

۱۵۔ ایک پینٹ ملیشیا

۱۶۔ ایک رومال سفید ـ

رمضان المبارک میں تعلیم القرآن کلاس

رمضان المبارک کے موقع پر حسب دستور اس سال بھی لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے شعبہ تعلیم کی زیر نگرانی تعلیم القرآن کلاس کھولی جائے گی تمام بیرونی اور مقامی لجنات جلد از جلد مطلع فرمائیں کہ ان کی طرف سے لڑکیوں کی کتنی تعداد اس کلاس میں حصہ لے گی وہ بچیاں جو مڈل اور میٹرک پاس کرنے کے بعد فارغ بیٹھی ہیں اس میں ضرور حصہ لیں نیز دیہات میں رہنے والی بچیوں کو خاص طور پر اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیئے قیام و طعام کا انتظام لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے ہوگا تعلیم القرآن کلاس کا نصاب مندرجہ ذیل ہوگا۔

پہلا سیپارہ مع ترجمہ و تفسیر ۲۔ نبراس المومنین ۳۔ دعوۃ الامیر ـ ۴۔ فقہ احمدیہ حصہ اول ۵۔ عربی کی پہلی کتاب ـ

شامل ہونے والی لڑکیاں مندرجہ بالا کتابوں کے علاوہ قلم اور کاپی بھی ساتھ لائیں۔

(سیکرٹری تعلیم لجنہ مرکزیہ)

تقریب شادی

عزیزم برادرم چوہدری عبدالشکور صاحب متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ کی دعوت ولیمہ مورخہ ۱۳ر جنوری بروز اتوار بمقام کھرڑہ ضلع سیالکوٹ عمل میں آئی ـ ۱۲ر جنوری کو بارات کھرڑہ سے مراڑہ گئی اور اسی روز شام کو واپس آ گئی آپ کا نکاح جلسہ سالانہ کے موقع پر ۲۸ دسمبر کو محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے حمیدہ بیگم صاحبہ بنت چوہدری برکت علی صاحب سے مبلغ دو ہزار روپیہ مہر پر پڑھا تھا احباب سے جانبین کے لئے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

(چوہدری محمد یعقوب کھرڑہ ضلع سیالکوٹ)

ہر صاحب استطاعت احمدی کا فرض ہے کہ وہ الفضل خود خرید کر پڑھے

معاصرین سے

نشانِ قدرت

(منقول از ایشیا ۱۶ جنوری ۱۹۶۳ء)

نوٹ:۔ اس مضمون میں حضرت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی اور اس کے پورا ہونے کے ایمان افروز حالات بیان کئے گئے ہیں۔ اس سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے عملی کوشش بھی کی جا سکتی ہے۔

(ادارہ)

شاہانِ فارس

ہمارے رسولِ معظم جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادت کے وقت انوشیروانِ عادل کو حکومت کرتے ہوئے بیالیس سال ہو چکے تھے کہ موت کا پروانہ آ پہنچا۔ اور اُسے اِس دنیا کو چھوڑنا پڑ گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ہرمز حکمران ہوا لیکن سیاسیات میں ناتجربہ کار اور رائے قائم کرنے کے معاملے میں انتہائی سست اور پختہ ارادے کا مالک نہ ہونے کی وجہ سے حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اور مشیرانِ مملکت نے اُس کے بیٹے خسرو پرویز کو اُس کا جانشین مقرر کیا جو انتہائی سخت گیر، تجربہ کار اور پختہ ارادے کا مالک تھا اور ہر جگہ فتح و نصرت اس کے قدم چومتی تھی۔ اُس نے اپنی فہم و فراست، دانشمندی، اور تجربہ کاری سے کام لیتے ہوئے اپنی سلطنت کو اس قدر وسعت دی کہ اس سے پہلے کوئی بادشاہ اس قدر فتوحات حاصل نہیں کر سکا۔ اور اپنی حکومت کو اتنی وسعت نہیں دے سکا تھا۔

شان و شوکت

سفر کرتے وقت ایک لاکھ فوج ساتھ ہوتی تھی اور اپنے لئے ہاتھی کی سواری پسند کیا کرتا تھا۔ دو حاشیہ بردار ساتھ ہوتے تھے جن کا کام محض یہ تھا کہ جب بادشاہ سوار ہو تو یہ اسے یاد دلائیں کہ وہ ایک بندہ ہے اور خدائی طاقت کا مالک نہیں تاکہ وہ کبر و غرور سے بچتا رہے۔ جب وہ کہتے کہ انت عبد ولست برب کہ تو بندہ اور غلام ہے۔ آقا اور رب نہیں ہے۔ تو وہ سر کی جنبش سے اپنے غلام اور بندے ہونے کا اقرار کیا کرتا۔ لیکن ایک دن اس معمول کے خلاف بادشاہ نے سر سے کوئی اشارہ نہ کیا۔ وہ دونوں حاشیہ بردار بادشاہ کی شکایت لے کر وزیرِ داخلہ کی خدمت میں پہنچے۔ وزیر داخلہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اسے جا کر سمجھائے بجھائے تاکہ کسی نہ کسی طریقے سے بادشاہ کو راہِ راست پر لایا جا سکے۔

ایک عجیب خواب

شہنشاہ کسریٰ استراحت کر رہا تھا اور سویا ہوا تھا کہ وزیر گھوڑے پر سوار ہو کر بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ گھوڑے چلنے اور پھر رکنے سے جو آواز پیدا ہوئی اس سے بادشاہ بیدار ہو گیا۔ اور جب وزیر شہنشاہ فارس کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ بگڑنے لگا اور ناراض ہونے لگا کہ تمہارے گھوڑے کی نامعقول آواز نے مجھے بیدار کر دیا اور ٹھیک طرح سونے بھی نہیں دیا۔ آخر میرے آرام میں تمہیں خلل ڈالنے کی کیا ضرورت تھی۔ وزیر حیران، پریشان اور سراسیمہ کھڑا یہ سب کچھ سنتا رہا۔ گیا تھا بادشاہ کو سمجھانے اور اسے جھڑکنے لیکن یہاں پہنچا تو بیچارہ خود ہی جھڑکیاں کھانے لگا اور موجب عتاب ٹھہرا۔ کسریٰ وزیر پر گرم ہوتا رہا۔ اور کہنے لگا کہ تمہارے آنے سے پہلے میں ایک عجیب و غریب قسم کا خواب دیکھ رہا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے مجھے ساتویں آسمان پر خدا تعالےٰ کے دربار میں لے جایا گیا ہے۔ اور اللہ میاں مجھ سے مملکتِ فارس کی کنجیاں طلب کر رہا ہے۔ اور مجھے وہ کنجیاں اللہ تعالےٰ کو دینا ہی پڑیں۔ پھر اللہ میاں نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا تمہیں اس بات کا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ تم اپنے بندے اور غلام ہونے کا اعتراف اور اقرار کرتے رہو گے اور اپنے آپ کو آقا ہرگز نہیں سمجھو گے! پھر تم اپنے اس اقرار سے کیوں پھر گئے اور کیوں اس پر عمل نہیں کیا۔ ابھی گفتگو یہیں تک پہنچی تھی کہ تم نے آ کر مجھے بیدار کر دیا۔ آخر تم ذرا دیر کے لئے باہر نہیں ٹھہر سکتے تھے کہ میں اپنے خدا سے اس غلطی کی معافی مانگ لیتا اور اس سے مملکت فارس کی کنجیاں واپس لے لیتا۔

مکتوبِ نبویؐ

اس واقعہ کو چند ہی روز گزرے تھے کہ جناب عبد اللہ بن حذافہ بن قیس رضی اللہ عنہ ایک عجیب و غریب قسم کا خط لئے ہوئے کسریٰ حکومت کے ایک حاکم کی وساطت سے کسریٰ تک پہنچے۔ کسریٰ نے اس مہر شدہ خط کو کھولا تو اس میں لکھا ہوا پایا:۔

"اس خط کی ابتدا خدائے رحمٰن و رحیم کے مبارک اور پاکیزہ نام سے کرتا ہوں۔ یہ خط اللہ کے رسول محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے مملکتِ فارس کے حکمران کسریٰ کے نام ہے۔ امن و سلامتی اسی شخص کے لئے ہے جو ہدایت پر چلنے والا ہو۔ اور خدائے واحد اور اسکے برگزیدہ رسول (علیہ السلام) پر ایمان رکھتا ہو یعنی خدا کی وحدانیت اور محمد (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کی رسالت کی شہادت دیتا ہو۔ میں تمہیں امن و سلامتی کی طرف بلاتا ہوں۔ تم میری اس دعوت کو قبول کرو کہ خدا کو ایک مانو اور میری رسالت پر یقین رکھو کہ مجھے خدا نے کائنات کے چپے چپے کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ میں ان لوگوں کو جو اس دنیا میں بستے ہیں۔ عذاب خداوندی سے ڈراؤں۔ اور انہیں کفر سے بچنے کی ہدایت کروں کیونکہ کفر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ لہٰذا تم اسلام قبول کر لو۔ اور اگر تم نے اسلام قبول کرنے سے گریز کیا تو تمہارا ہی نہیں بلکہ تمہاری ساری قوم کا وبال بھی تمہارے ہی سر ہو گا۔

گرفتاری کا حکم

کسی شخص میں بھی اتنی جرأت نہیں تھی کہ کسریٰ کو خط لکھتے وقت اسکے نام سے پہلے اپنا نام لکھ سکے۔ پھر وہ کیسے یہ برداشت کر لیتا کہ اس کا نام بعد میں اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک پہلے ہو۔ اس بات سے اسے بے انتہا غصہ آیا کہ اسکی رعایا میں سے ایک ادنیٰ فرد اسے اس طرح خط لکھے۔ یہ جرم اتنا بڑا تھا کہ جس کی سزا قتل کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی۔ اس خط کو تو اس نے پھاڑ دیا اور اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کو حکم دیا کہ وہ اس کی طرف سے اسکے نائب بازان کو جو یمن کا حاکم تھا۔ خط لکھے کہ وہ (معاذ اللہ) اس گستاخ شخص کو گرفتار کر کے پابجولاں میرے حضور میں حاضر کرے۔

حضورؐ کی پیشگوئی

ہجرت کا ساتواں سال تھا۔ جب یہ واقعہ پیش آیا۔ نبی کریم علیہ السلام کو یہ اطلاع ملی کہ شہنشاہِ فارس کسریٰ نے رسولِ معظم کے نامہ مبارک کو چاک کر دیا تو آپؐ نے صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ اس نے میرا خط نہیں پھاڑا بلکہ اسی طریقے سے اس نے اپنی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے کر دی۔

گرفتاری کے لئے

اس وقت تک اہلِ فارس کی نظروں میں اہلِ عرب کی کوئی وقعت اور کوئی وقار حاصل نہیں تھا۔ اور وہ انہیں اپنے سے کمتر اور حقیر تر سمجھتے تھے۔ حاکم یمن کو کسریٰ کا حکم ملا تو اس نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کی خاطر دو آدمی بھیج دئے۔

یہ دونوں آدمی یمن سے طائف پہنچے اور نبی کریمؐ کے متعلق دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ اہلِ طائف اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے اس لئے انہوں نے خوشی میں بغلیں بجانا شروع کر دیں کہ چلو اچھا ہوا اب اس مدعی رسالت کو پتہ چل جائے گا کسریٰ اسے اس عظیم جرم اور گستاخی کی سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔

طائف سے یہ دونوں مدینہ منورہ پہنچے اور رسول کریمؐ سے ملاقات کی اور آپؐ سے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ کہ ہمارے شہنشاہ کسریٰ نے اپنے نائب بازان حاکم یمن کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ کو گرفتار کر کے پابجولاں مدائن بھیج دیا جائے۔ لہٰذا اگر آپ بخوشی ہمارے ساتھ چلے چلیں گے تو بازان حاکم یمن شہنشاہ کسریٰ سے آپکی سفارش کر دے گا۔ اور اگر آپ خوشی سے ہمارے ساتھ چلنے کے لئے رضامند نہیں ہوں گے تو پھر ہم آپ کو جبراً لے جائیں گے اور حاکم یمن بھی کسی قسم کی سفارش نہیں کرے گا۔ بادشاہ کا غصہ بھی اپنی انتہا کو پہنچا ہوا ہو گا جس کے غصہ سے سارا زمانہ کانپتا ہے۔ وہ نہ صرف آپ کو بلکہ آپکی قوم کو بھی تباہ و برباد اور ہلاک کر ڈالے گا لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ آپ از خود ہی ہمارے ساتھ چلے چلیں۔ (باقی)

پانچواں آل پاکستان باسکٹ بال ٹورنامنٹ اور اسکی غیر معمولی کامیابی (بقیہ صفحہ اول)

کا حامل تھا انہوں نے علی الترتیب ۲۱، ۱۶، اور ۱۰ پوائنٹس سکور کئے۔

کالج اور سکول سیکشنز میں علی الترتیب ہیلی کالج آف کامرس لاہور اور تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ چیمپئن قرار پائے۔ فائنل میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کا مقابلہ سی ٹی آئی کی مضبوط اور مشاق ٹیم کے ساتھ تھا لیکن سکول کے نو آموز کھلاڑیوں نے بہت ہمت بے جگری اور پامردی کا مظاہرہ کر کے چالیس کے مقابلے میں چوالیس پوائنٹس سے اس جان توڑ مقابلے میں کامیابی حاصل کر دکھائی۔ کالج سیکشن کے فائنل میں ہیلی کالج آف کامرس اور ٹی آئی کالج کی ٹیمیں ایک دوسرے کے بالمقابل تھیں اس میں اوّل الذکر ٹیم بہتر کھیل کا مظاہرہ کر کے ۴۹ کے بالمقابل ۵۶ پوائنٹس سے چیمپئن قرار پائی اور رنرز اپ کا اعزاز ایف سی کالج لاہور کے حصہ میں آیا کیونکہ لیگ سسٹم پر کھیلے جانے والے اِس ٹورنامنٹ میں اس کے مجموعی پوائنٹس ٹی آئی کالج سے زیادہ تھے۔

فائنل میچوں کے اختتام پر محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔اے (آکسن) پرنسپل تعلیم الاسلام کالج نے سنٹرل امیچور باسکٹ بال ایسوسی ایشن کے پریذیڈنٹ کی حیثیت سے کامیاب ٹیموں اور کھلاڑیوں میں حسب مراتب انعامات اور سندات تقسیم فرمائیں جس کے بعد نہایت ہی خوشگوار اور پُرمسرت ماحول میں یہ سہ روزہ شاندار ٹورنامنٹ کامیابی اور خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

ٹورنامنٹ کی غیر معمولی کامیابی

یہ ٹورنامنٹ گذشتہ سال کے ٹورنامنٹس کے مقابلہ میں اِس لحاظ سے بفضلہ تعالیٰ زیادہ کامیاب رہا کہ امسال نہ صرف یہ کہ گذشتہ سالوں کی نسبت زیادہ تعداد میں ٹیمیں شامل ہوئیں بلکہ کلب سیکشن میں شامل ہونے والی ملک کی نامور اور چنیدہ ٹیموں کی تعداد میں بھی معتدبہ اضافہ ہوا اور بعض نامور ٹیموں نے اس میں پہلی مرتبہ حصّہ لیا ان میں سرفہرست نیشنل چیمپئن پی اے ایف چکلالہ کا نام آتا ہے علاوہ ازیں کراچی یونیورسٹی اور ایگریکلچرل یونیورسٹی لائل پور کی ٹیموں نے بھی اس میں شریک ہو کر اس کی شان کو دوبالا کیا۔ ربوہ کے متعدد مقامی کلبوں کے علاوہ ملک کی نامور ٹیموں میں سے پاکستان ویسٹرن ریلویز، ویسٹ پاکستان پولیس، پیپلز سپورٹس کراچی اور براورز لاہور کی نامور ٹیموں نے بھی حسب معمول اس میں شرکت کر کے ٹورنامنٹ کی شان اور کھیل کے معیار کو بلند کرنے میں نمایاں اور بہت اہم کردار ادا کیا کالج سیکشن میں تعلیم الاسلام کالج کی دو ٹیموں کے علاوہ ہیلی کالج آف کامرس لاہور، ایف سی کالج لاہور، سی ٹی آئی سیالکوٹ اور گورنمنٹ کالج چکوال کی ٹیمیں ٹورنامنٹ میں شریک ہوئیں۔ اسی طرح سکول سیکشن میں جامعہ احمدیہ، تعلیم الاسلام ہائی سکول اور سی ٹی آئی وغیرہ ٹیموں نے اس میں شرکت کی اِس طرح پہلی مرتبہ ٹورنامنٹ میں شریک ہونیوالی ٹیموں کی تعداد دو درجن تک جا پہنچی ان ٹیموں نے تین دن میں مجموعی طور پر ۲۸ میچ کھیلے ان میں سے بعض تو اِس قدر بلند پایہ اور معرکہ کے میچ تھے کہ جو نہ صرف ٹورنامنٹ کو چار چاند لگانے کا موجب ثابت ہوئے بلکہ ان کی وجہ سے ربوہ اور گردو نواح کے دوسرے شہروں کے شائقین کو بہت اونچے اور اعلیٰ معیار کا کھیل دیکھنے کا موقع ملا۔

سنٹرل امیچور باسکٹ بال ایسوسی ایشن کے عہدیدار، مجلس عاملہ کے اراکین اور بہت سے دیگر معزز حضرات نے لاہور اور بعض دوسرے مقامات سے بالاشتیاق ربوہ آ کر یہ ٹورنامنٹ دیکھا۔ پھر صفِ اوّل کے نامور ریفریز نے ان دنوں میں ربوہ آ کر ٹورنامنٹس کے مختلف میچوں کے دوران قواعد و ضوابط کی پابندی کرانے کا فرض نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ ان میں جناب ثناء اللہ، جناب مصلح الدین، جناب ڈاکٹر ناصر، جناب لال موتی لال، جناب خورشید موتی لال، جناب ابن شیخ، جناب حق نواز، جناب ڈاکٹر فاسٹر، جناب ڈی اس اور جناب الیمن خاص طور پر قابل ذکر ہیں مزید برآں اِس ٹورنامنٹ کے موقع پر دی سنٹرل امیچور باسکٹ بال ایسوسی ایشن کی طرف سے ریفریز کے ریفریشر کورس کا انعقاد بھی عمل میں آیا جس میں لیکچروں، مذاکرات اور عملی مظاہروں کے ذریعے نئے ریفریز کے لئے ٹریننگ کا موقع بہم پہنچایا گیا۔ الغرض کھیل کے معیار کو بلند کرنے، نامور کھلاڑیوں کو اپنے جوہر دکھانے اور شائقین کو اعلیٰ پائے کے کھیل سے لطف اندوز ہونے کے نادر مواقع بہم پہنچانے کے اعتبار سے یہ ٹورنامنٹ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب رہا اور اس حقیقت کو آشکار کرنے کا موجب بنا کہ ایک ایسے علاقے میں جہاں کوئی باسکٹ بال کا نام بھی نہ جانتا تھا اب ربوہ باسکٹ بال کا ایک اہم مرکز بن چکا ہے۔

اختتامی تقریب

فائنل مقابلوں کے بعد جو ایک بجے بعد دوپہر سے شام تک جاری رہے۔ ٹورنامنٹ کی اختتامی تقریب عمل میں آئی اس تقریب کے آغاز میں دی سنٹرل امیچور باسکٹ بال ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری مکرم جناب اعجاز حسین صاحب نے جملہ کھلاڑیوں اور حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے نہایت درجہ مسرت کے ساتھ اس امر کا اعلان کیا کہ سنٹرل امیچور باسکٹ بال ایسوسی ایشن کی مجلس عاملہ کی درخواست پر محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔اے (آکسن) پرنسپل تعلیم الاسلام کالج نے ازراہ نوازش ایسوسی ایشن کا پریذیڈنٹ بننا قبول فرما لیا ہے۔ جناب اعجاز حسین صاحب نے کہا کہ محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے [illegible] نہ صرف ربوہ میں باسکٹ بال کی بنیادوں کو مضبوط بنایا ہے۔ بلکہ ملکی بنیادوں پر بھی اس گیم کو فروغ دینے اور اسے ترقی کی راہ پر گامزن کرنے میں نمایاں کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یہ آپ ہی کی سرپرستی اور رہنمائی کا نتیجہ ہے کہ ملکی بنیادوں پر ربوہ میں نہایت کامیاب ٹورنامنٹ کا انعقاد عمل میں آتا ہے اور جس سے باسکٹ بال کے گیم کو فروغ دینے میں بے حد مدد ملتی ہے۔ باسکٹ بال کے تعلق میں آپ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دئے ہیں ان کے اعتراف کے طور پر ہی ایسوسی ایشن کی مجلس عاملہ نے آپ سے اس کی صدارت قبول کرنے کی درخواست کی تھی۔ یہ امر ہم سب کے لئے مسرت اور فخر کا موجب ہے کہ آپ نے بحیثیت صدر ایسوسی ایشن کی سرپرستی منظور فرمائی ہے۔ امید ہے آپ کی سرپرستی اور نگرانی میں ایسوسی ایشن اور باسکٹ بال کو نمایاں ترقی نصیب ہوگی۔ جناب اعجاز حسین صاحب کے اس اعلان کے بعد خود ان کی ہی تحریک پر جملہ کھلاڑیوں نے محترم میاں صاحب کے اعزاز میں تقریبًا چیئرز کا پُرجوش نعرہ مسرت بلند کیا اور اس طرح آپ کے صدارت قبول کرنے کا پُرجوش خیر مقدم کرتے ہوئے اس پر دلی مسرت کا اظہار کیا۔

بعد ازاں ٹورنامنٹ میں شرکت کرنے والے جملہ کھلاڑی ٹیم وار ایک خاص ترتیب سے مارچ کرتے اور محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو سلامی دیتے ہوئے اسٹیج کے پاس سے گذرے محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے مارچ پاسٹ کے دوران اسٹیج پر کھڑے ہو کر سلامی لی۔

مارچ پاسٹ اور سلامی کے بعد تعلیم الاسلام کالج باسکٹ کلب کے پریذیڈنٹ مکرم پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے جملہ ٹیموں ان کے کھلاڑیوں۔ ریفری صاحبان شائقین اور منتظمین کا ان کے تعاون اور گہری دلچسپی پر شکریہ ادا کیا اور فرمایا اس ٹورنامنٹ کی کامیابی کا سہرا محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے سر ہے کیونکہ یہ آپ ہی کی گہری دلچسپی ترجہ رہنمائی اور سرپرستی کا نتیجہ ہے کہ منتظمین ٹورنامنٹ کے جملہ انتظامات کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے اور اسے پوری کامیابی کے ساتھ منعقد کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ آپ نے علی الخصوص مکرم پروفیسر اسلم قریشی صاحب سیکرٹری ٹورنامنٹ کمیٹی کا بھی شکریہ ادا کیا۔ جنہوں نے دن رات ایک کر کے ٹورنامنٹ کو کامیاب بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی نیز آپ نے فرمایا محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید محترم سید داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ محترم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب افسر لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، محترم صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب۔ محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اور محترم میاں محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول بھی خاص شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس ٹورنامنٹ کے انعقاد کے سلسلہ میں نہ صرف گہری دلچسپی لی بلکہ اس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں کلب کا ہر طرح سے ہاتھ بٹایا۔

آخر میں محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے پریذیڈنٹ سنٹرل امیچور باسکٹ بال ایسوسی ایشن کی حیثیت سے کامیاب ٹیموں اور کھلاڑیوں میں اپنے دست مبارک سے انعامات اور سندات تقسیم فرمائیں اور جملہ مہمانوں اور شائقین کا شکریہ ادا کر کے ٹورنامنٹ کے اختتام کا اعلان فرمایا اس طرح تعلیم الاسلام کلب کا پانچواں آل پاکستان باسکٹ بال ٹورنامنٹ نہایت درجہ کامیابی اور خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

عربی سوسائٹی ٹی آئی کالج کے زیر اہتمام ایک اہم لیکچر

عربی سوسائٹی تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے زیر اہتمام مورخہ ۲۳/۲۲ بروز منگل بوقت ۲ بجے بعد دوپہر کالج کے کیمسٹری تھیٹر میں ایک میٹنگ انعقاد پذیر ہوگی۔ جس میں پروفیسر غلام باری صاحب سیف حدیث کی تدوین اور اس کی اہمیت کے موضوع پر تقریر فرمائیں گے اہل ذوق حضرات تشریف لا کر استفادہ کریں۔

(سیکرٹری عربی سوسائٹی)